Significance of Prophethood expostulations in the credence of apostleship

رسالت کے اثبات میں دلائل نبوت کی اہمیت

***Dr. Hafiz M. Mudassar Shafique**
Assistant professor Riphah international university(Faisalabad campus)
mudassaraarbi@gmail.com

****Dr. M. Naeem Anwar**
Assistant professor Government college university, Lahore

*****Dr Shahnawaz**
Lecturer cadet collage choa saiden shah chakwal

Abstract

When a sence of partner, evil act and Obscenity are at the zenith, it has always been the law of Allah that He deputes prophet's foe the well being, well wishing of humans. Prophets, whose lives are sacred and free from the meanness of the world, are verily, the blessed people of the society. The being bestowed with prophethood possesses a peculiar sort of impressiondue to which humans become their followers and obedient. prophethood is collective name knowledge and deed and when someone proclaims prophethood, a miracle, which is the name of differnciation, is demanded for its excellence. In the time of need the implementation of miracles apart from their personality is

necessary because sometimes these actions are performed by the prophets on the demand of the people. All things are bound to abide by the commandments of Allah. And prophets on behalf of their miracles turn these causes from actual state and this action is assertion of this demand that the sole being that has set these principles can also break them. In this article only those claims and expostulations which are quite apt and relevant to prophet would be under discussion.

Key words: Expostulations, Quranic view, Divinity of demonic powers, Subjugation of illusions, Falsehoods are imposed

تمہید

جب روئے زمین پر گناہوں کی تاریکی چھا جاتی ہے اور بدیوں کی ظلمت ہر طرف اپنے سائے پھیلا دیتی ہے اور کفر و شرک ہر طرف اپنے ڈیرے ڈال لیتے ہیں اور ظلم و ستم کی آندھیاں چلنے لگتی ہیں، باطل افکار و نظریات کا غلبہ و تفوق ہو جاتا ہے۔ انسانی اور اخلاقی قدریں مٹ جاتی ہیں۔ گمراہی و ضلالت کی گھمبیر ظلمتیں ہر طرف سائے دراز کر دیتی ہیں اور شرف آدمیت کو غلامی کی زنجیروں میں بری طرح جکڑ دیا جاتا ہے۔ ہوا و ہوس کی قوتیں انسان پر اپنا غلبہ پا لیتی ہیں۔ قبائلی عصبیت اور نسلی تفاخر طبقات انسانی کو باہم نفرتوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ معاشرے میں شیطانی قوتوں اور بتوں کی خدائی اور اوہام و اباطیل کی فرمانروائی مسلط ہو جاتی ہے۔ تو دنیا کی اس مجموعی حالت کی وجہ کے متعلق قرآن کچھ یوں بیان کرتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ-([1])

" بحر و بر میں فساد ان (گناہوں) کے باعث پھیل گیا ہے۔"

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ- ([2])

اور ساری دنیا پر ہر حوالے سے ایک ضلال مبین کی حالت کو پہنچ چکی تھی۔

تو ایسی حالت میں اللہ رب العزت انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ انبیا بھیجتا ہے جو کہ اس کی نشانیوں اور معجزات کے ساتھ تشریف لاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ-([3])

" اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول واضح نشانیاں
لے کر آئے۔"

اسی سلسلے کی کڑی کا اختتام جس ذات اقدس پہ مکمل ہوتا ہے اور جب اللہ کی رحمت انسانوں پر مہربان ہوتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ

طلع نجم احمد-[4]

ستارہ احمد مصطفی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہدایت کا منبہ و سرچشمہ بن کر طلوع ہوتا ہے اور یہی اللہ رب العزت کی سنت جاریہ ہے کہ وہ ایسے وقت ہی آفتاب ہدایت کو نمودار کرتا ہے جب باغ عالم میں برائیوں کی خزاں ہر طرف چھا جاتی ہے تو اب وہ موسم ضلالت کو موسم ہدایت سے بدلتا ہے اور بہار نبوت کا زمانہ آجاتا ہے۔ نبی مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتا ہے اور ان ہی کی جنس سے ہوتا ہے اور صورت میں ان ہی کے مثل ہوتا ہے مگر سیرت میں ان سے بے مثل اور بے مثال ہوتا ہے اور اس آیت کا بھی یہی معنی ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم-[5]

صاحب نبوت کی روح میں ایک قوت قدسیہ ہوتی ہے وہ روح قدسیہ عالم اکبر میں تصرف کرتی ہے اور تمام عالم اس کا فرمانبردار اور تابع ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اس سے خارق فطرت معجزات کا صدور ہوتا ہے۔روح نبوی حالت بیداری میں امر الٰہی سے تخاطب کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرتی ہے۔ عام روح بشری جب حواس ظاہری میں مشغول ہوتی ہے تو اس کے حواس باطنی معطل ہو جاتے ہیں اور حواس باطنی کام کرتے ہیں تو حواس ظاہری بیکار ہو جاتے ہیں مگر ارواح قدسیہ کا یہ حال ہوتا ہے ان کے حواس

ظاہری اور حواس باطنی بیک وقت دونوں کام کرتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے فرائض میں مخل نہیں ہوتے اور ان کی تاثیرات کا عمل دوسرے اجسام تک پہنچتا ہے۔ وہ علم کی نعمت انسانوں سے نہیں بلکہ اپنی ارواح کی باطنی قوت اور ملائکہ کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔(6)

حکمائے اسلام نے منصب نبوت پر فائز ہونے والی ذوات کے تین خصائص بیان کیے ہیں:

1. وہ نبی امور غیب پر مطلع ہوتا ہے۔
2. ملائکہ اس کو نظر آتے ہوں اور ان سے کلام کرتا ہو۔
3. اس سے خوارق عادات اور معجزات کا صدور ہوتا ہو۔(7)

جہاں تک نبی و رسول کے لفظ کا معنی و مفہوم ہے نبی کا لفظ نبأ سے بنا ہے جس کا معنی غیب کی خبر دینے کے ہیں۔ اللہ نبی کو اپنے غیوب پر مطلع کرتا ہے نبی لوگوں کو ان چیزوں کی اطلاع دیتا ہے۔ جس پر ان کو مطلع کیا جاتا ہے۔(8) اسی طرح رسول کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے وہ ذات جو مرسل ہو، جس کو بھیجا گیا ہو جس کو اللہ رب العزت کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا گیا ہو۔ رسول کی بعثت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ تبلیغ احکام الٰہیہ کا فریضہ سرانجام دے اور رسول تبلیغ احکام کا یہ فریضہ بار بار ادا کرتا ہے۔(9) نبی و رسول کا فریضہ یہ ہے کہ وہ بار بار احکام الٰہی کی تبلیغ کرتا جائے اور امت کا یہ فرض ہے کہ وہ نبی و رسول کے تبلیغ شدہ احکام پر اطاعت اور اتباع کا عمل استوار کرے۔ قرآن حکیم نے نبی اور رسول کا الگ ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِن رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ۔(10)

”اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ کوئی نبی۔“

اس آیت کریمہ میں فعل ارسال نبی کے لیے بھی ہے اور رسول کے لیے بھی ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ان دونوں کا معنی ایک ہے اور بعض نے ان میں من وجہ فرق کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ نفس نبوت میں دونوں جمع ہیں، خصوصیات نبوت دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان دونوں کا الگ الگ ذکر ایک ہی جگہ ان میں کسی فرق کو بھی ظاہر کرتا ہے اس لیے کہ کلام بلیغ میں تکرار نہیں پایا جاتا۔ اس لیے ان کے نزدیک رسول وہ ذات ہے جو نئی شریعت لے کر آئے اور نبی وہ ہے جو نئی شریعت نہ لے کر آئے جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔

ہر رسول نبی ضرور ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔(11)

حضرت ابو ذرؓ سے مروی حدیث مرفوع ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش ہے۔(12)

اب ہمیں یہ بات دیکھنی ہے کہ کیا معجزہ دلیل نبوت بنتا ہے اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین کریں کہ نبوت علم اور عمل کے مجموعے اور ان میں کمال کا نام ہے جب کوئی شخص دعوی نبوت کرتا ہے تو اس سے اظہار کمال کے لیے معجزہ طلب کیا جاتا ہے وہ معجزہ اخبار بالغیب سے متعلق ہوتا ہے یا تصرف فی الکائنات سے تعلق رکھتا ہے اور معجزہ خرق عادت کا نام ہے۔ تمام اشیاء اللہ کے امر اور حکم کے تحت ہیں اور اللہ رب العزت کا حکم ہی ان میں جاری وساری ہے جب کوئی نبی اشیاء کے اسباب و علل کو اپنے معجزے سے توڑ دیتا ہے تو وہ اس عمل کے ذریعے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ جس ذات نے ان اسباب و علل کو بنایا ہے وہی اس کو توڑ سکتی ہے اور یہ شکست اور خرق کا عمل نبی کے واسطے کے ذریعے ظاہر ہوا ہے تو یقیناً یہ نبی اس خدا کا فرستادہ ہے۔ بلا تشبیہ و بلا مثال جیسے دنیوی اعتبار سے کوئی کسی بادشاہ و حکمران کا قاصد ہو اور

وہ لوگوں کے پوچھنے پر اپنے قاصد ہونے کا ثبوت بادشاہ کی انگوٹھی اور مہر کے ذریعے پیش کرے تو یہ انگوٹھی اور مہر بادشاہی نشانی کے اعتبار سے قبول کرلی جائے گی اور اس کو بادشاہ کا قاصد تسلیم کرلیا جائے گا۔(13)

معجزہ دلیل نبوت منطقی دلیل کے طور پر نہیں بنتا بلکہ معجزہ دلیل نبوت اللہ کی بارگاہ سے ایک آیت اور ایک نشانی کے عطا کیے جانے پر بنتا ہے اور یہ معجزہ دلیل عقلی نہیں بلکہ دلیل عادی ہے۔ یہ اللہ کی عادت جاریہ اور سنت جاریہ میں سے ہے جب نبی سے یہ معجزہ صادر ہوتا ہے تو اس سے نبی کی سچائی اور صداقت لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتی ہے۔ خواہ وہ اس پر ایمان لائیں یا نہ لائیں اور معجزے کو دیکھ کر نفوس انسانی نبی کی عظمت اور رفعت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ صاف دل لوگ فوراً اس معجزے کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں جو طبیعتیں عناد پسند اور تعصب پسند ہوتی ہیں وہ سوئے ظن کا ارتکاب کرتی ہیں اور بڑے سے بڑے معجزے دیکھ کر بھی کہہ اٹھتے ہیں یہ سحر و طلسم ہے اور یہ شعبدہ بازی اور جادوگری ہے۔(14)اور اس بات میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ نبی کسی بھی قوم کے عقائد و اعمال اور اخلاق کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتا ہے اس بنا پر اس کی نبوت کی اصلی دلیل صرف معجزہ نہیں بلکہ اس کی تعلیم و ارشاد اور اس کی قوت علم و عمل ہے۔ اس لیے امام غزالی کہتے ہیں جو شخص طبیب اور فقیہ ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ تم اس کے احوال دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر فوراً یہ فیصلہ کرلو گے یہ طبیب یا فقیہ ہے یا کہ نہیں۔ اسی طرح ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت اقدس آپ کی شریعت مطہرہ اور آپ کی تعلیمات ثابتہ اور آپ کے ارشادات عالیہ کے ذریعے آپ کی نبوت کی تائید و تصدیق کرسکتے ہیں۔(15)

اسی طرح امام رازی فرماتے ہیں، معجزہ نبوت کی دلیل بنتا ہے اور یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اس حوالے سے دوسرا مسلک یہ ہے کہ ہمیں خود غوروفکر کرنا ہے۔ صداقت اور راستی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت کو دیکھتے ہیں اس کے دین کی دعوت کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ کیا اس کی دعوت موثر ہوتی ہے یا کہ نہیں اگر وہ دعوت لوگوں کو باطل پرستی سے ہٹا کر حق پرستی کی طرف لائے تو ہم یقیں کرلیں گے یہ دعوت سچی ہے اور اس کا داعی سچا ہے۔ اس لیے انسانی کمال دو چیزوں پر منحصر ہے۔ ایک علمی قوت اور دوسری عملی قوت ہے۔ اس قوت کے لحاظ سے انسانوں کے تین طبقے ہیں ایک وہ جو ناقص اور عام انسان ہیں۔ دوسرے وہ جو کامل ہیں مگر دوسروں کو کامل نہیں بناسکتے تیسرے وہ جو خود کامل ہیں اور دوسروں کو بھی کامل بنادیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اس کا تعلق تیسرے گروہ سے ہوتا ہے۔(16) مولانا روم نبوت کی تصدیق کے باب میں بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی چیز حسن ذوق ہے ایسا شخص ہی یقین اور شک میں تمیز کرسکتا ہے جب انسان کا دل بیماری سے پاک ہوتا ہے تو صدق و کذب کی تمیز کرلیتا ہے اور اسی طرح دوسری چیز تصدیق نبوت کے لیے طلب ہے۔ جب تک کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی اس کی طرف التفات ہوتا ہی نہیں جب دل میں طلب اور روح میں بیقراری آتی ہے تو اس وقت بندہ دلیل اور زبان سے بلند ہوجاتا ہے۔ اگر کسی کو پیاس ہو اور آپ گلاس کی طرف اشارہ کریں کہ اس میں پانی ہے تو وہ اس پر آپ سے دلیل نہیں مانگے گا کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ یہ پانی ہے یا کہ نہیں وہ نہایت شوق سے اپنا ہاتھ بڑھائے گا اور پانی پینے لگے گا۔(17)

تصدیق نبوت کے لیے تیسری چیز اتحاد جنسیت ہے، معجزہ کا مقصد معارض کو لاجواب کرنا ہے اور خاموش کرانا ہے جبکہ نبوت پر اعتراض کرنے والے اپنے تئیں یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ پیغمبر اپنے دعویٰ میں

کاذب ہے۔ اس لیے وہ خرق عادت کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ یہ یقیں کرتے ہیں کہ مدعی نبوت ایسا نہیں کر سکے گا اور وہ لوگوں کے سامنے اپنے دعویٰ میں رسوا ہو گا۔ اس کے دعویٰ کی خود اس کی طرف سے ہی تکذیب ہو جائے گی۔ جیسے فرعون نے جادوگروں کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسوا کرنا چاہا اور عصائے موسیٰ کی قوت کو باطل کرنا چاہا مگر یہی واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی اور فرعون کی ناکامی کا باعث بن گیا اور سینکڑوں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صدا و حق پر لبیک کہا۔ باری تعالیٰ اپنے نبیوں کو ان کی نبوت کی صداقت کے لیے دوسرے دلائل اور علامات بھی عطا کرتا ہے جیسے ابو جہل سارے معجزات دیکھ کر بھی کافر و مشرک رہا اور حضرت ابو بکر بغیر کوئی معجزہ دیکھے فقط رسول اللہ ﷺ کی ذات کو دیکھ کر اور آپ کے دعویٰ نبوت کو سن کر ایمان لے آئے۔

اس لیے مولائے روم کہتے ہیں:

در دل ہر امتی کزحق مزہ است
روئے و آواز پیغمبر معجزہ است
جوں پیمبر از بروں بانگے زند
جان امت در دروں سجدہ کند
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں
از کسے نشنیدہ باشد گوش جاں(18)

جس کے دل میں حق کا مزہ ہوتا ہے اس کے لیے خود پیغمبر کا چہرہ اور پیغمبر کی آواز معجزہ ہوتی ہے۔ جب پیغمبر باہر سے آواز بلند کرتا ہے تو امت کی روح (اس آواز کو سن کر) اندر ہی اندر سجدہ کرتی ہے۔ سبب یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کی آواز کی سی کوئی آواز روح کے کانوں نے اس سے پہلے نہیں سنی ہوتی مگر یہ سارا کچھ وہ نفوس کرتے ہیں جو صاف دل ہوتے ہیں جو صدائے حق کے طالب ہوتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی صدائے نبوت کو مکہ میں بلند کیا تو کوئی اس آواز حق کی تائید کرنے والا نہ تھا، عرب کا ذرہ ذرہ اس صدائے حق کا دشمن تھا آپ کی صدا نسل در نسل رائج عادات کو ترک کرنے کی تھی ۔بت پرستی جو ان میں سرایت کرچکی تھی اس کی مذمت کی تھی، بتوں اور دیوتاؤں سے لاتعلق ہونے کی تھی، وہ بت جن کے رعب اور ہیبت سے وہ کانپتے تھے ان کو ترک کرنے اور ان کو نیست ونابود کرنے اور منہدم کرنے کی تھی اور وہ صدائے حق ان کے برے اعمال کو چھوڑنے کی تھی۔ خواہ وہ سرقہ ہو، ڈاکہ ہو، لوٹ مار اور قتل وخونریزی کا عمل ہو یا کینہ وعداوت اور سود وقمار کا فعل ہو اور خواہ وہ عمل زنا اور شراب ہی کیوں نہ ہو، ان سارے برے اعمال کو کلیتاً چھوڑنے کی دعوت اور صدا تھی۔ آپ کی اس دعوت حق کے پیچھے کوئی ظاہری اور مادی قوت وطاقت نہ تھی کوئی دولت وخزانہ نہ تھا اور اس دعوت کے قبول کرنے والوں کے لیے بظاہر مصائب و بلا کے کچھ نہ تھا، اس دعوت کو قبول کرنے والے کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس دعوت کی قبولیت کے بعد اور اسلام قبول کرنے کے ساتھ وہ اپنے گھر سے بیگانہ ہو گا۔ اپنی جائیداد سے محروم ہو گا اور اپنے خاندان سے ناآشنا اور لاتعلق ہو گا اور اپنے وطن سے مہجور ہو گا۔ اکابر شہر اور رؤسائے قریش کے سامنے رسوا اور بدنام ہو گا ہر قسم کی مصیبتوں کا وہ ہدف اور نشانہ ہو گا۔ ان سارے حالات کے باوجود ایک خلقت تھی جو آستانہ محمدی ﷺ کی تلاش میں چلی آتی تھی اور عرب کے دور دراز سے قبائل کے لوگ چھپ چھپ کر پہنچتے تھے اور بیعت اسلام کرکے واپس چلے جاتے تھے اور آخر کار یہ بھی ہوا جو سالہا سال سے رسول اللہ ﷺ کے دشمن بنے ہوئے تھے جنہوں نے اسلام کی شدید ترین مخالفت کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے بدترین عداوت اختیار کی تھی

اور آپ کی دشمنی میں جنگوں کو برپا کرنے والے تھے اور وہ بدر، احد، احزاب اور خندق کے بانی تھے۔ وہ بھی ایک روز سر اطاعت جھکاتے ہوئے آپ کے قدموں میں آتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہیں۔([19]) ہمیں دیکھنا ہے کہ آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر وہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی صداقت پر وہ ایمان لے آئے اور آپ کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ ان کے اسلام لانے کے اسباب کو ہمیں جاننا ہو گا اور اس امر پر غور کرنا ہو گا۔ یقیناً ان کے اسلام لانے کا ایک ہی سبب نہ تھا سینکڑوں و ہزاروں آدمی ایک متحد نتیجہ پر یقین رکھتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک یقین کے اسباب و علل اور ایقان کے طرق اور ذرائع مختلف اور متنوع تھے، ہزاروں صحابہ کرامؓ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور آپ کی صداقت پر یقین قائم کیا مگر یہ تصدیق، یہ ایمان اور یہ یقین کسی ایک سبب کا نتیجہ نہ تھا صرف معجزہ ہی دلیل نبوت نہیں بنا بلکہ پیغمبرانہ صداقت کے دیگر ذرائع اور مختلف دلائل بھی موثر اور کارگر ہوئے۔([20])

حضرت ابو بکر صدیقؓ صرف دعوی نبوت سن کر ایمان لائے۔ محض رسول اللہ ﷺ کے دعوی نبوت کی صداقت نے ان کو ہر دلیل اور ہر برہان سے بے نیاز کر دیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبیدہ بن جراحؓ یہ دیکھ کر ایمان لے آئے کہ ابو بکرؓ جیسا دانشمند ان کو سچا جانتا ہے تو یہ سچے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی شریک حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ صرف یہ کہہ کر ایمان لے آئیں کہ آپ جیسے اخلاق گراں مایہ کا حامل انسان جو غریبوں کا مولی ہے مقروضوں کا ماویٰ ہے اور مسافروں کا ملجا ہے وہ کبھی بھی شیطان کے پنجے میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ حضرت انیس غفاری، حضرت عمرو بن عنبسہ سلمی یہ دیکھ کر اسلام لے آئے۔ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں اور دوسرے لوگوں کو

مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت طفیل بن عمرو دوسی، حضرت جبیر بن مطعم اور نجاشی شاہ حبش وغیرہ سینکڑوں دیگر اشخاص کلام ربانی کو سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدی نے سرف کلمہ طیبہ سن کر نعرہ حق بلند کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام چہرہ انور دیکھ کر پکار اٹھے کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا ہرگز نہیں ہے۔ حضرت ضمام بن ثعلبہ رئیس بن سعد اس طرح اسلام لائے کہ انہوں نے نہایت بے تکلفی سے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ قسم اٹھائیں کہ آپ ﷺ کو اللہ رب العزت نے بحیثیت رسول و نبی مبعوث کیا ہے۔ آپ نے حلفاً اور قسماً فرمایا مجھے میرے رب نے نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی قسم اور حلف اٹھانے پر ہی مسلمان ہو گیا۔ ([21])

اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ یہودیوں سے سنا کرتے تھے ایک نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے جب انہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ کا پیغام حق سنا تو فوراً پہچان لیا اور مسلمان ہو گئے فتح مکہ کے وقت سینکڑوں اس لیے ایمان لے آئے کہ خانہ خلیل پر کسی جھوٹے نبی کا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ عرب کا ایک پورا قبیلہ آپ کی شان سخاوت و فیاضی کو دیکھ کر اور اس سے متاثر ہو کر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوا مسلمان ہو گیا، متعدد شعرائے عرب اصحاب علم قرآن حکیم کی اثر آفرینی کے اثر کو دیکھ کر دل پر قابو نہ رکھ سکے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ متعدد قریشی جانباز جو کہ معرکہ بدر سے بھی مرغوب نہ ہوئے تھے وہ صرف مسلمانوں کے اخلاق و آداب کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد جب ہزاروں اہل مکہ کو مسلمانوں کے ساتھ بے تکلف میل ملاپ کا موقع ملا تو وہ ان کے کردار کی بلندی اور رفعت کے باعث اسلام کی عظمت کے قائل ہو گئے اور دین اسلام کے ساتھ وابستہ

ہو گئے اور اسی طرح ابو سفیان سر دار مکہ جس کو معجزات اور خوارق عادات متاثر نہ کر سکے اور نہ ہی بدر و خندق کی تلواریں اس کو مرغوب کر سکیں اور نہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ دامادی اس کے دل کو نرم کر سکا مگر جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو اس کا ضمیر اس اعتراف سے نہ رک سکا کہ قیصر روم اپنے تخت جلال پر بیٹھ کر مکہ کے بوریا نشین پیغمبر کے پاؤں دھونے کی آرزو رکھتا ہے۔

ثمامہ بن اثال، ہند زوجہ ابو سفیان ہباس بن الاسود، وحشی قاتل حمزہ یہ سب دیکھ کر مسلمان ہو گئے کہ آپ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی کس محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ قیصر روم صرف آپ کے چند اوصاف اور اسلام کے چند مناقب سن کر اظہار حق پر مائل ہو گیا۔ عدی بن حاتم قبیلہ "طے" کے عیسائی رئیس تھے وہ آپ کو بادشاہ سمجھ کر مدینہ آگئے مگر یہاں انہوں نے آپ کو مدینہ منورہ کی ایک لونڈی، کنیز کی حاجت روائی کے لیے کھڑے اور مصروف ہوتے ہوئے دیکھ کر ایمان قبول کرنے کا اعلان کیا۔ قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیشین گوئی پورے ہوتے ہوئے دیکھ کر مسلمان ہو گئے اسی طرح ایک سفر میں ایک عورت آپ کے دست اقدس کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہتے ہوئے دیکھ کر اسلام قبول کرتی ہے اور وہ عورت واپس جاتی ہے اور اپنے قبیلے سے کہتی ہے کہ میں نے آج عرب کا سب سے بڑا جادو گر دیکھا ہے اسی حیرت و استعجاب نے اس کے سارے قبیلے کو مسلمان بنادیا اور متعدد یہودی اس لیے مسلمان ہوئے کہ تورات میں نبی آخر الزماں کی جو نشانیاں بیان کی گئی تھی وہ ساری کی ساری صرف بحرف آپ کی ذات اقدس میں پائی گئیں اور اسی طرح متعدد علماء یہود نے آپ ﷺ کا امتحان لیا اور جب آپ نے از روئے وحی ان کے صحیح جوابات ان کو دیئے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا میں اس وقت آپ کو سچا رسول تسلیم کروں گا۔ جب یہ کھجور کا

خوشہ آپ کے پاس آئے اور آپ کی رسالت کی شہادت و گواہی دے جب اس نے یہ منظر اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ لیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔([22])

اسی طرح ایک سفر میں ایک اعرابی شخص آپ ﷺ کے سامنے آیا آپ ﷺ نے اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے کہا آپ کی صداقت کی شہادت کون دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سامنے کا درخت یہ کہہ کر آپ نے اس درخت کو اپنی طرف بلایا وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور تین بار اس کے اندر سے کلمہ توحید اور شہادت توحید و رسالت کی آواز آئی یہ سن کر اور دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔([23]) سراقہ بن مالک جو ہجرت مدینہ کے وقت آپ کے تعاقب میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے آرہا تھا جب اس نے دیکھا کہ آپ کی دعا سے تین مرتبہ اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو اس کو یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اسلام کا ستارہ نقطہ اوج پر پہنچ کر رہے گا چنانچہ اس نے خط امان لیا اور بعد میں مسلمان ہو گیا۔([24])

انبیاء علیہم السلام اپنی صداقت اور حقانیت کی جو آیات اور نشانیاں ہمارے پاس لے کر آئے ہیں ہم ان کو معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ مخلوق خدا ان آیات اور نشانیوں کے مماثل لانے سے عاجز ہوتی ہے۔ معجزہ بنیادی طور پر دو طرح کا ہوتا ہے ایک معجزہ انسانی قدرت و طاقت کی انواع میں سے ہے اس کے باوجود انسان اس کی مثل اور مماثل لانے سے عاجز ہوتا ہے اور یہ اس بات کی کھلی دلیل ہوتا ہے۔ اس معجزے کا صدور نبی کے وجود سے باذن اللہ ہوتا ہے۔ جیسا رسول اللہ ﷺ کا دعوی تم اگر سچے ہو تو قرآن کی مثل لاؤ عرب کے بڑے بڑے فصحا اور بلغاء اس سے عاجز آ گئے۔

دوسری قسم کا معجزہ وہ ہے جو انسانی قدرت سے باہر ہوتا ہے، کوئی انسان اس کی مثل لانے پر قادر ہی نہیں ہوتا، جیسے مردوں کو زندہ کرنا، عصا موسیٰ کا سانپ بن جانا وغیرہ پہاڑ سے زندہ اونٹنی کا نکلنا، جانور کا کلام کرنا اور درخت کا شہادت دینا اور ہاتھ کی انگلیوں سے چشمے کا بہنا اور چاند کے دو ٹکڑے کیے جانا اور ڈوبے سورج کا پلٹ آنا، کھانے میں زیادتی اور برکت کا ہونا یہ وہ معجزات ہیں جو عام انسان کی قدرت سے باہر ہیں۔ ان کا صدور رسول اللہ ﷺ کا دست اقدس پر اللہ کے اذن سے ہوا، ان کے ذریعے ان لوگوں کی تحدی مقصود ہے جو آپ کی تکذیب کرتے تھے ان کو کہا گیا اگر تم سچے ہو ان کی مثل تم بھی لاکر دکھاؤ۔([25])

بلاشبہ یہ ہمارے معجزات جو رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر ظاہر ہوئے یہ آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کی رسالت کی صداقت پر براہین قاطعہ ہیں۔ ہر نبی کا معجزہ اپنے زمانے میں وقوع کے ساتھ ختم ہو گیا مگر رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے جو ہر دور میں زندہ و جاوید اور موجود و حاضر ہے وہ قرآن اور اس کا اعجاز ہے۔ اہل عرب بلاغت و حکمت میں ایسے مخصوص تھے کہ ان کے سوا کسی دوسرے طبقے کو ایسی بلاغت اور حکمت میسر نہ تھی اپنی زبان اور اس سے نکات نکالنے میں بہت ماہر تھے اور خطاب کے باب میں ایسے ماہر تھے کوئی بھی عقلمند ان کی بات سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا، زبان دانی کی یہ نعمت باری تعالیٰ نے ان کی خلقت میں ودیعت کر دی تھی۔ اسی طبعی قوت کی بنا پر فی البدیہہ کلام میں عجائبات کلام لاتے اور ہر معاملے تک رسائی پاتے، انتہائی اہم موقع پر اچانک خطبہ دیتے اور اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار کرتے، تلوار اور نیزے کی جنگوں میں رجز کے طور پر اشعار پڑھتے، اپنی تعریف کرتے اور دوسروں کی برائی کرتے، اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس زبان کو وسیلہ

بناتے، اسی سے لوگوں کی شان کو بڑھاتے اور گھٹاتے اور وہ اس زبان دانی کے ذریعے سحر حلال اور جادو بیانی کا اظہار کرتے۔

لوگوں کی تعریفوں میں لفظوں اور جملوں کے ایسے بار بناتے جو موتیوں کی لڑی سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے اپنے لفظوں سے عقلوں کو فریفتہ کرتے اور مشکلوں کا آسان کرتے، کینے کو دور کرتے اور شجاعت کو ابھارتے، بزدلوں کو جرات دلاتے اور بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھولتے، اپنی زبان دانی کے ذریعے ناقصوں کو کامل بناتے اور بڑے ہوشیاروں کو خاموش کرادیتے، ان میں بعض بدوی حمتی الفاظ کے مالک ہوتے اور قول فیصل کا وصف رکھتے، ان کا کلام محکم ہوتا۔(26)

ان کی طبیعتوں میں کلام جدید کی قوت قناعت تھی اور وہ اپنے کلام کے ذریعے قوتوں کو اپنی جانب راغب کرنے والے ہوتے، ان میں بعض ایسے ہوتے جو اعلیٰ بلاغت والے تھے اور عمدہ الفاظ بولنے والے تھے اور جامع کلمات سے کلام کرنے والے تھے اور نرم طبیعت رکھنے والے تھے مگر بلا تکلف تھوڑے کلام سے بہتر تعریف کرنے والے تھے اور نہایت ہی عمدہ اور موزوں کلام کرنے والے تھے عربوں کے یہ شہری اور بدوی لوگ اپنے کلام میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایک حجۃ بالغہ کے مالک تھے اور ایک قوت عالیہ سے مستنیر تھے ان کو اپنے کالم پر عبور اور دسترس اس طرح حاصل تھی کہ ان کا کلام ان کے مقصود کے موافق ہوتا اور ان کی زبان فصاحت و بلاغت ان کے کلام کے تابع ہوتی۔ ان کا کلام بلاغت کی اصناف کو محیط ہوتا۔ وہ فصاحت و بلاغت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہتے اس سے داخل ہو جاتے، وہ فصاحت و بلاغت ایک بلند اور اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ چکے تھے اس لیے آسان اور مشکل کلام کرنا ان کے لیے دشوار نہ تھا۔(27)

ان اوصاف و کمالات کے مالک اہل زبان اور فصحا و بلغاء عرب کو کوئی عاجز نہ کر سکا اگر ان کو عاجز کیا ہے اور ان کو مرعوب کیا ہے تو وہ فقط اور فقط کلام قرآن ہے۔ جس کے سامنے کوئی باطل ٹھہر نہ سکا، اس لیے کہ یہ کلام خدا ہے اور اس کی آیات محکم ہیں اس کے کلمات مفصل ہیں، اس کی بلاغت عقلوں کو متحیر کر دینے والی ہے۔ اس کی فصاحت پر بولنے والے پر غالب ہے۔ اس کا اختصار اور اعجاز پر اثر ہے۔ اس میں حقیقت اور مجاز کا اظہار واضح ہے۔ خوبصورتی میں اس کے ابتدائی اور انتہائی کلمات باہم تشابہ ہیں اس کے جامع اور بدیع کلمات ہر بیان پر حاوی ہیں اور اپنے اختصار نظم کی خوبی کے معتدل ہے، اپنے فوائد میں زیادتی کے باوجود اعلیٰ ترین الفاظ کے عین مطابق ہے۔

اہل عرب فصاحت و بلاغت کے باب میں بڑی طاقت رکھتے تھے ان کے رجال خطاب میں مشہور و معروف تھے، اشعار غریب الاستعمال اور لغت بڑی مہارت سے بولنے والے تھے، وہ لغت, وہ فصاحت اور وہ بلاغت جن پر ان کو بڑا ناز تھا قرآن نے ان کو اس باب میں تحدی اور چیلنج دیا اور وہ چیلنج 23 سال تک ان کے کانوں میں کھٹکتا رہا اور وہ چیلنج مسلسل ان کی سماعتوں کو کھٹکھٹاتا رہا اور ان پورے طبقہ فصحاء و بلغاء کو ایک طویل مدت تک جھنجھوڑتا رہا۔

اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ۔([28])

پھر چیلنج دیا:

فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ۔([29])

اور پھر اس کے بعد چیلنج دیا:

فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ۔([30])

وہ زبان دانی پر فخر کرنے والے اس قرآن کی مثل لانے سے عاجز آ گئے اور اس کے معارضہ سے بھاگتے رہے اور اس کی مماثلت سے اعراض کرتے رہے اور اپنے آپ کو شور و شغب اور تکذیب و افتراء کے تصورات کے ساتھ دھوکہ دیتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ

اِنْ ہٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ-([31])

"یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے۔"

کبھی کہتے:

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ-([32])

"یہ بڑا زبردست جادو ہے۔"

کبھی کہتے:

اِفْکٌ نِ افْتَرٰہُ-([33])

"یہ بہتان ہے جو اس نے گھڑ لیا ہے۔"

کبھی یوں کہتے:

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَہَا-([34])

"یہ تو افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوا لیا ہے"۔

انہیں یوں کہتے یہ قرآن ہمارے دلوں پر اثر نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ-([35])

"ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھے ہیں۔"

اور کبھی یوں کہتے:

فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ۔(36)

”غلافوں میں لپٹنے ہوئے ہیں اس بات سے جس کی طرف

آپ ہمیں بلاتے ہیں۔“

اور کبھی یوں کہتے:

وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ۔(37)

”اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب

ہے۔“

اور کبھی ان سارے حربوں کو آزمائشوں کے بعد یوں کہتے:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔(38)

”مت سنا کرو اس قرآن کو اور شور و غل مچادیا کرو اس کی

تلاوت کے دوران شاید تم اس طرح غالب آجاؤ۔“

غرضیکہ وہ اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کی بے پناہ قوت کے باوجود قرآن کی مثل لانے سے عاجز آگئے انہوں نے ہر طرح کے جتن کر لیے، ہر نوع کی کوشش کرلی مگر قرآن کے چیلنج کا جواب نہ دے اسی لیے باری تعالیٰ نے فرمادیا

وَلَنْ تَفْعَلُوْا۔(39)

”وہ ہر گز قرآن کے اس چیلنج کو پورا نہ کرسکیں گے۔“

معجزے کے باب انسان کبھی کبھار اسباب و علل پر مکمل اعتماد کر بیٹھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ نظام کائنات ان کی وجہ سے چل رہا ہے ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ نظام اسباب و علل تو یہ ہے پانی

بادل سے برسا اور بادل بخارات سے پیدا ہوئے اور بخارات پانی سے اٹھے اور پانی سورج کی تپش سے گرم ہوا بخارات کی صورت میں ڈھلا مگر سوال یہ ہے اس سارے نظام میں موثر ذات کونسی ہے یقیناً وہ ایک قادر اور ذی ارادہ ہستی ہے جس کی مشیت اور ارادے سے یہ سارا نظام اور یہ کارخانہ حیات چل رہا ہے۔ اسباب و علل اسی کی مشیت اور ارادے کے مظاہر ہیں۔ وہ اپنی عادت کے مطابق ایک خاص طریق سے اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ لیکن وہ اس کا پابند نہیں جب اس نے ضرورت محسوس کی تو انسانوں میں اپنی قدرت کی ایک نشانی اس نظام جاریہ کے خلاف صادر کردی۔ یہ ہمارا خیال ہے کہ عادت جاریہ کی یک رنگی اور یکسانی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ خیال اللہ کی قدرت کے سامنے بے معنی ہے اور اس نے اس نظام علل و اسباب کو اس لیے جاری کیا ہے تا کہ انسان اپنے منافع کو حاصل کر سکے اور اپنی مضرتوں و نقصانات کو دفع کر سکے اور اپنی منفعت کے حصول اور دفع مضرت کے لیے خوب تیاری کر سکے۔(4039)

اس لیے مولائے روم فرماتے ہیں:

گاہ قدرت خارق سنت شود   بیشتر احوال بر سنت رود(41)

دنیا کے زیادہ تر واقعات اللہ رب العزت کی سنت جاریہ کے مطابق ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی قدرت الٰہیہ اس عادت کو توڑ بھی دیتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سنت عادیہ و جاریہ کے برعکس سنت خارقیہ کے ساتھ ہے۔

حاصل کلام

انبیاء علیہم السلام کو باری تعالی نے دلائل نبوت معجزات کی صورت عطا کیے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ ولقد جاء تھم رسلنا بالبینات۔ ہمارے پیغمبر لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ یہ نشانیاں، یہ آیات اور یہ علامات اس لیے تھیں تا کہ لوگوں کو یقین آجائے کہ یہ نفوس قدسیہ اللہ رب العزت کی طرف سے مبعوث کردہ ہیں ان کا دعوی نبوت و رسالت ان کی ذاتی خواہش کا عکاس نہیں ہے بلکہ رب کے فرمان کے مطابق ہے۔ ان کا اعلان نبوت اسی کے اذن سے جاری ہے۔ بلاشبہ وہ رب جب ان کو معجزے عطا کرتا ہے تو یہ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ ان کا عصا سانپ بن جاتا ہے۔ ان کی دعا سے پہاڑ سے زندہ اونٹنی نکل آتی ہے۔ جانور ان سے کلام کرتے ہیں، درخت ان کی رسالت کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں، چاند ان کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، سورج ان کی دعا سے ڈوب کر پلٹ آتا ہے، تھوڑے کھانے میں زیادتی اور برکت ہو جاتی ہے، ان کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہنے لگتے ہیں۔ بہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کرتے ہیں ان کی ضرب سے سمندر تھم جاتا ہے اور راستہ بنا دیتا ہے۔ ان کے ہاتھوں سے مس ہونے والی چند روٹیاں سینکڑوں کے لیے کافی ہو جاتی ہیں۔ ان کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مُردے زندہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کو چھونے والی مٹھی بھر خاک دشمنوں کو تہ و بالا کر دیتی ہے۔ کوہ و صحرا بحر و بر جاندار و بے جان بحکم الہی ان کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ ان کے سارے معجزات میں ان کا نہیں رب کا فعل جاری ہوتا ہے۔ اس کی مشیت و قدرت ان کے ہاتھوں سے جاری ہوتی ہے۔ یہ اپنی جسمانی اور روحانی قوت سے کائنات میں بہت زیادہ اثر ڈالتے ہیں۔ رب ان کے لیے کبھی طوبی میں ان کا بست لگاتا ہے، کبھی سورۃ المنتہی کی حدود

میں ان کے لیے زخرف کی سواری کھڑی کرنا، کبھی ماکذب الفواد کے نور سے قلب مبارک کو سوار کرتا ہے، کبھی مازاغ البصر کے سرمہ سے ان کی آنکھوں کو روشن کرتا ہے، کبھی وادی حق کے پیاسوں کے لیے زمین کی تہہ سے پانی کے چشمے نکالتاہے کبھی سنگ فارا کے شراروں کی روشنی میں قیصر و کسری کے خزانے دکھاتا ہے، کبھی ان کے وجود کو خود معجزہ بنادیتاہے۔ جیسا کہ اعلان نبوت کے موقع پر اپ کی گفتگو اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ میری نبوت ورسالت پر دلیل صداقت و حقانیت طلب کرنے والو میں تم میں اپنی چالیس سالہ زندگی گزار چکامیری کتاب زندگی کا ایک ایک ورق میرے دعوے پر گواہ وشاہد ہے اگر تمہیں کسی قسم کا کوئی عیب اور نقص نظر آتا ہے توتم انکار نبوت ورسالت کرسکتے ہو۔ وہ چالیس سال تک تو آپ کو الصادق اور الامین کہتے رہے۔ اس لیے انکار کیسے کرتے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت اور اطاعت کا اظہار کریں اور آپ کی سیرت اور اسوہ حسنہ کو اختیار کریں۔ ہماری زندگیوں میں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ کے نظارے دکھائی دیں اور ہماری زندگیوں میں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ کی بہاریں نظر آئیں اور ہماری زندگیوں میں اطاعت و اتباع رسول کی وہ جھلک دکھائی دے جو ہمیں اس آیت کا مصداق بنادے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ -(41[42])

” (اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت
کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب
بنالے گا۔“

رسول اللہ کی نسبت محبت اور نسبت اطاعت ہم سے یہی تقاضا کرتی ہے ہم آپ کے در سے جڑے رہیں اور وابستہ رہیں اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔

حوالہ جات

[1] الروم،30: 41

[2] آل عمران،3: 164

[3] المائدۃ،9: 32

[4] احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویہ، دار القائ العربی، حلب، 1/ 48

[5] االکھف,110:18

[6] شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، 3/ 23

[7] ایضاً:3/ 22

[8] قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،(مترجم غلام معین الدین)لاہور، مکتبہ حنفیہ،2018ء،1/ 236

[9] ایضاً،1/ 237

[10] الحج،22: 52

[11] قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،1/ 238

[12] ۔احمد بن حنبل، المسند،5/ 179دار الکتب العربیہ، بیروت

[13] شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی،3/ 66

[14] ایضاً:3/ 68

[15] ایضاً:،3/ 69

[16] ایضاً:،3/ 70

[17] ایضاً:،3/ 71

[18] جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، مترجم: مولانا قاضی سجاد حسین) لاہور، اردو بازار، ص337

[19] شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، 3/ 74

[20] ایضاً: 3/ 75

[21] ایضاً: 3/ 75

[22] محمد بن عیسی ترمذی، جامع ترمذی، کتاب المعجزات، کراچی: مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ص603

[23] عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ بنبیۃ من ایمان شجر، ملتان: مطبوعۃ دار السنۃ

[24] شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، 3/ 76

[25] قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، 1/ 240

[26] ایضاً:، / 243

[27] ایضاً:، 1/ 244

[28] الاسراء، 17: 88

[29] ھود، 11: 13

[30] البقرہ، 2: 23، یونس، 10: 38

[31] المدثر، 74: 24

[32] القمر، 54: 2

[33] الفرقان، 25: 4

[34] الفرقان، 25: 5

[35] البقرہ، 2: 88

36 حم السجدہ، 41: 5

37 حم السجدہ، 41: 5

38 حم السجدہ، 41: 26

39 البقرہ، 2: 24

40 شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، 3/ 64

41 مولائے روم، مثنوی معنوی، ص 161

42 آل عمران، 3: 31